مقتول: فاتحِ اعظم

قائدملت مولانا سید کلب جوادنقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

واقعہ کربلا سے پہلے عام تصور یہ تھا کہ فتح کے لئے لشکر ضروری ہیں۔ اسلحوں کے ذخیرے لازم ہیں، قطار در قطار فوج ہو، جو مخالفوں کو تہس نہس کردے، ان کو مٹا دے ان کے افراد اسیر ہوجائیں تو قتل ہونے والے، لٹنے والے قیدی بن جانے والے مفتوح کہلاتے تھے اور قتل کرنے والے، لوٹنے والے اور قیدی بنانے والے فاتح کے لقب سے سرفراز ہوتے تھے، لیکن امام حسینؑ نے شکست وفتح کا معیار ہی بدل دیا اور تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا اور یہ ثابت کردیا کہ قتل ہوکر بھی، لٹ کر بھی، قیدی بن کر بھی فتح حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ بھی وقتی نہیں، بلکہ ابدی فتح۔ اگر آپ میری بات پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یاد ہمیشہ جیتنے والے کی باقی رہتی ہے ہارنے والوں کا نام ونشان مٹ جاتا ہے، نہ تو کوئی ہارنے والوں کی یاد میں جلسے کرتا ہے نہ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ دنیا میں اگر کہیں نکلتے ہیں تو بس Victory Processions نکلتے ہیں یا فتحیابی کا جشن منایا جاتا ہے۔ آپ کو انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گا کہ ہارنے والوں کی یاد میں کوئی پروگرام منعقد ہوا۔ یہ بات انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ جیت کی یاد مناتا ہے۔ امام حسینؑ کی یاد میں گلی گلی میں اٹھنے والے جلوس اور قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں منعقد ہونے والی مجلسیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ امام حسینؑ نے کربلا کی جنگ میں یزیدی لشکر کو ہر طرح سے شکست فاش دی۔ آج دنیا میں کہیں کوئی یزید کی یاد منانے والا نہیں، لیکن امام حسینؑ کی یاد منانے والے ہر جگہ موجود ہیں۔ جس سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہے کہ کربلا میں جیت کس کی ہوئی۔ کربلا کی یہ جنگ ایسی واحد جنگ ہے، جس میں خنجروں کو گردوں نے مات دی، کربلا کی جنگ ایک ایسی جنگ ہے، جس میں شمشیر پر خون گلو کو کامیابی ملی، کربلا کی جنگ ایک ایسا معرکہ ہے، جس میں نیزوں کو سینوں نے موڑ دیا، کربلا ایک ایسا واحد واقعہ ہے، جس میں تشنگی نے پانی کو مات دی، کربلا کی جنگ میں اسلحوں کو نہیں قوت برداشت کو فتح ملی، میدان کربلا میں فوج کی کثرت کو نہیں استقامت کو فتح وظفر نصیب ہوئی۔

کربلا سے پہلے اسیر کرنے والے خود کو آزاد تصور کرتے تھے اور قیدی بنائے گئے لوگوں کو اسیر سمجھتے تھے، لیکن کربلا کے واقعہ کے بعد قید دوام ملی یزید فوج کو اور دائمی آزادی ملی کربلا کے ان اسیروں کو جن کے ہاتھوں میں رسن باندھ کر لشکر ظلم یہ سمجھتا تھا کہ اس نے ان مظلوموں کو قید کرلیا۔ یزید اور اس کے گورنر ابن زیاد کو کہاں معلوم تھا کہ رسول اکرمؐ کے جس محترم نواسے کو وہ قتل کرنے جارہا ہے، اس کے لئے یہ عمل ایک طوق لعنت بن جائے گا۔

کربلا کی جنگ سے پہلے بھی بہت سی اسلامی جنگیں ہوئیں، ان جنگوں میں مسلمانوں کو اپنی طاقت اور صداقت کے بل بوتے پر کامیابی ملی۔ آنحضورؐ کو تو چھوٹی بڑی ۸۶ لڑائیوں میں کفار اور مشرکین سے ٹکرانا پڑا، لیکن کربلا کی جنگ اور غزوات رسولؐ میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ آنحضور نے جتنی جنگیں لڑیں، اس میں انھوں نے اپنے عزیز اور اقربا کو محاذ جنگ کی اولین صفوں میں رکھا اور اپنے اصحاب کو پیچھے کی صفوں میں، کیوں کہ رسول اکرمؐ چاہتے تھے کہ ان کے اہل خاندان زیادہ مصیبتیں برداشت کریں اور صحابہ کرام کو کم سے کم خطرات کا سامنا کرنا پڑے، یعنی

اسلام بچ بھی جائے اور ان کے زیادہ ساتھیوں کی جانیں تلف بھی نہ ہوں، لیکن امام حسینؑ جب اسلام کو بچانے کے لئے میدان کربلا میں آئے تو انہوں نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ اصحاب اور رفقا سب سے آگے تھے اور عزیز واقربا ان کی پشت پر تھے۔ اس حکمت عملی کی وجہ یہ تھی کہ کربلا میں جو سب سے زیادہ دیر تک زندہ رہتا اس کو اتنی ہی مشکلات کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا۔ جو سب سے پہلے موت کو گلے لگا تا اس کو پیاس کی شدت سے اس قدر جلدی نجات ملتی اور رسولؐ کے ہاتھوں جام کوثر عطا ہوتا۔ کربلا میں ہر لمحہ امتحان کا تھا، ہر پل ایک نئی مصیبت کی آمد تھی، ایسے میں امام حسینؑ نے اپنی جنگ کے لئے یہی حکمت عملی مناسب سمجھی کہ اصحاب اور دوست پہلے شہید ہوں اور گود کے پالے اور دل کے ٹکڑے بعد میں شہید ہوں اور سب سے آخر میں خود امام حسینؑ اسلام پر اپنی جاں نثار کر کے اسلام کی فتح کی ایسی تاریخ لکھیں، جس میں مظلومیت کے رنگ بھرے ہیں۔ اس تصویر میں ان کے چھ ماہ کے شیرخوار حضرت علی اصغرؑ کی گردن سے بہتا ہوا خون، کڑیل جوان علی اکبرؑ کے سینے سے ابلتا لہو، جواں سال بھائی حضرت عباسؑ کے دست بریدہ سے ٹپکتا ہوا خون، بھانجوں اور بھتیجوں کے جسموں کے پاک بدن سے گرتی ہوئی سرخ بوندیں شامل ہیں۔ اسی وجہ سے اس وقت تک ہار جیت کے جو اصول وضوابط تھے، وہ بدل گئے، امام حسینؑ کے عزیز واقرباؑ اور اصحاب وانصارؑ کی قربانیوں نے کربلا کے بعد جنگ کی فتح کا معیار بدل دیا۔ یہاں خون بہانے والے کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ خون کے قطروں نے حسینی فتح کی داستان جبین وقت پر تحریر کی۔ حالانکہ کچھ لوگوں کو ایسا لگتا ہے کہ یزید کو وقتی طور پر فتح مل گئی تھی اور اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار بھی رہے کہ یزید کو کربلا میں ظاہری طور پر فتح مل گئی تھی، چنانچہ ایک ہندو شاعر دِوا کر راہی کا ایک شعر بھی اس سلسلے میں موجود ہے جو کہتے ہیں کہ:

وقارِ خونِ شہیدانِ کربلا کی قسم
یزید مورچہ جیتا ہے جنگ ہارا ہے

لیکن میں ان کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا، کیونکہ یزید کو کربلا میں نہ تو ظاہری طور پر فتح ملی نہ باطنی طور پر، نہ تو وہ مورچہ جیت سکا نہ جنگ میں ہی اس کو کامیابی نصیب ہوئی، کیونکہ اس بار جنگ کا انداز بدلا ہوا تھا، اس بار شکست وفتح کا فیصلہ اس بات سے نہیں ہونا تھا کہ کون ایک بڑے لشکر کے ذریعہ ایک چھوٹی سی ٹکڑی پر غلبہ حاصل کر سکا، بلکہ فیصلہ اس بات پر منحصر تھا کہ کون اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ یزید کی شکست کا اس سے بڑا اعلان کیا ہوگا کہ خود اس کے بیٹے نے اس کا جانشین بننے سے انکار کر دیا۔ اتنا ہی نہیں جب یزید کو اس بات کا احساس ہوا کہ اسلامی دنیا میں ہر طرف سے اس پر لعنت وملامت ہو رہی ہے تو اس نے قتل امام حسینؑ کو اپنے فوجی سرداروں کے سر تھوپنے کی ناکام کوشش کی۔ آل رسولؐ کا خون بہا کر یزید نے اپنی حکومت کو تسلیم کروانے کی جس طرح کوشش کی تھی، اس کا انجام اس قدر ہیبت ناک ہوگا، یزید نے کبھی خواب میں بھی سوچا نہیں تھا۔

یہ جو جگہ جگہ تعزیوں کے ساتھ شہیدان کربلا کی یاد میں لوگ ماتم کرتے چل رہے ہیں، یہ جو دف اور دوسرے جنگی باجے محرم کے جلوسوں میں نظر آ رہے ہیں، یہ اس بات کے غماز ہیں کہ یزید اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ رسول پاکؐ کے نواسے نے اس وقت کی Super Power کو اس طرح مات دی کہ دنیا کو کہنا پڑا کہ۔۔۔ ع

یزید ڈوب گیا شام کے اندھیرے میں
حسینؑ آج بھی زندہ ہیں ہر سویرے میں

یہاں میں کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ امام حسینؑ حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے یا اقتدار کی طلب میں گھر سے نکلے تھے، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ اگر امام حسینؑ کا مقصد یہ ہوتا تو وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لاتے، لیکن مدینے سے لے کر شب عاشور تک امام حسینؑ نے ہر قدم پر یہی کوشش کی کہ ان کے ساتھ کم سے کم لوگ ہوں،

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۲۹ پر

بھی ایک سچ ہے کہ پورے لکھنؤ میں کہیں پر بھی شیعوں کے درمیان نہ تو فساد ہوا اور نہ ہی مار پیٹ۔ شیعہ مظاہرین کا ٹکراؤ صرف پولیس سے ہوا تھا اور پولیس نے بھی بالکل مشتعل مظاہرین کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے وکٹوریہ اسٹریٹ پر کھڑی شیعوں کی کاروں کو نقصان پہنچا کر اور دکانوں اور گھروں کے شیشے توڑ کر تشدد کا بدلہ تشدد سے لیا پھر ضلع انتظامیہ کے کچھ لوگوں نے اخباروں میں اس معاملے کو شیعہ شیعہ فساد کی خبروں کی شکل میں پیش کیا، جب کہ شہر کے کسی علاقے میں شیعوں کے دو متحارب گروپ آمنے سامنے نہیں آئے نہ کہیں دو گروہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا۔

یہاں پر یہ بتانا ضروری ہے کہ جب میں رمضان میں لکھنؤ گیا تو مجھ سے ضلع انتظامیہ سے قربت رکھنے والے ایک شخص نے کہا تھا کہ لکھنؤ کی ضلع انتظامیہ کے کچھ لوگوں کی بھرپور طور پر یہی کوشش ہے کہ شہر میں شیعہ سنی فساد تو ہو نہیں پا رہا ہے اس لئے اب شیعوں کو آپس میں لڑوایا جائے۔ میں نے اس بات کا ذکر مولانا کلب جواد صاحب سے بھی کیا تھا، اپنے بھائیوں سے بھی کہا تھا کہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ محرم سے پہلے شیعہ شیعہ فساد کروانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ شہر میں شیعہ شیعہ فساد تو نہیں ہوا، لیکن اس کی تصویر ویسی ہی پیش کی گئی جیسا کہ ضلع انتظامیہ میں موجود کچھ عناصر چاہتے تھے۔ انگریزوں نے ڈیڑھ دو سو سال پہلے ضلع کا نظم و نسق چلانے والوں کو Divide and rule یعنی پھوٹ ڈالو اور راج کرو کی جو پالیسی دی تھی اس پر آر۔ایس۔ایس۔ نواز حکام کا ایک گروہ آزادی کے ۶۳ برس گزر جانے کے بعد بھی عمل پیرا ہے۔ لوگ اگر یہ سوال کریں کہ شیعوں کو آپس میں لڑوا کر ضلع انتظامیہ کو کیا فائدہ ہوگا؟ تو اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ اوقاف کی زمینوں پر ناجائز قبضوں کو ہٹانے کی جو مہم شیعہ فرقہ کی جانب سے چل رہی ہے اس کو ختم کروانے کے لئے شیعوں کا آپس میں لڑنا بہت ضروری ہے۔ اس بات سے لکھنؤ کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ وقف کی زمینوں پر کئی بڑے سیاسی لیڈروں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔

اگر شیعوں میں آپس میں فساد ہو جاتا ہے تو ان لوگوں کا کام آسان ہو جائے گا لیکن قارئین خیال رکھیں کہ شیعہ شیعہ فساد ہونے کی توقع بالکل نہیں ہے، کیوں کہ لکھنؤ میں جتنی بھی بڑی مجلسیں ہوتی ہیں ان کو مولانا آغا روحی، مولانا کلب جواد اور مولانا حمید الحسن صاحبان خطاب کرتے ہیں اور ان تینوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، اس لئے محرم میں کسی چپقلش کا امکان نہیں ہے۔

بہرحال محترمہ مایاوتی کی حکومت کو ضرور ایسے حکام کی طرف توجہ کرنا ہوگی، جو آر۔ایس۔ایس۔ سے تعلق رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے کی اپنی پرانی روش کے مطابق اب شیعہ فرقہ میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۱۷رنومبر ۲۰۱۰ء)

☼☼☼

بقیہ۔۔۔۔۔مقتول: فاتح اعظم

لیکن جو بھی ہوں وہ ایسے ہوں، جن کا جواب یہ دنیا نہ لا سکے۔ امام حسینؑ جن بہتر ساتھیوں کو کربلا کے میدان میں لائے تھے وہ بہتر کا عدد نہیں تھا، بلکہ بہتر اکائیاں تھیں، جن کو امام حسینؑ نے برابر سے لا کر کھڑا کر دیا تھا، کیوں کہ بہتر اکائیوں کو اگر کسی صفحہ پر برابر سے لکھ دیا جائے تو اتنا بڑا اعدد بن جائے گا، جس کا حساب کوئی Calculator نہیں لگا پائے گا۔ امام حسینؑ کا ہر سپاہی عزم و استقلال کی ایک ایسی اکائی تھا، جس کا کوئی جواب نہیں تھا، اسی لئے ان کو صرف بہتر افراد کی شکل میں نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ ان کو ایک اکائی کی شکل میں رکھا جانا چاہیے۔ امام حسینؑ اپنے ساتھ صبر و ثبات کے وہ نمونے لائے تھے جن کو ایک فرد کی شکل میں دیکھا ہی نہیں جا سکتا اسی لئے بہتر افراد پر مشتمل یہ لشکر ایک لاکھ کے لشکر سے یوں ٹکرایا کہ ابرہہ کی فوج کی طرف فوج یزید کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ امام حسینؑ کے بہتر سپاہیوں نے یزید کی فوجوں کو ایسی شکست دی کہ اس کا نام و نشان باقی نہیں رہا اور حسینیت کا پرچم آج تک لہرا رہا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۰ء)

☼☼☼